السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

شیخ محمد علی الصابونی کا صفات باری تعالی کے بارے میں موقف اوراس پر تنقید و تبصرہ

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

شیخ محمد علی الصابونی کا صفات باری تعالی کے بارے میں موقف اوراس پر تنقید و تبصرہ

مقدمہ:

الحمد للہ وحدہ، والصلوة والسلام علی من لا نبی بعدہ، وعلی آلہ وصحبہ_ اما بعد:

میں نے فضیلة الشیخ محمد علی الصابونی کا وہ انٹر ویو دیکھا جو مجلہ ''المجتمع ''شمارہ نمبر ۶۱۳میں مورخہ ۷/۶/۱۴۰۳ھ، کو شائع ہوا نیز ان کے وہ چھ مقالات بھی دیکھے جو ''المجتمع ''شمارہ نمبر ۶۲۷ مورخہ ۷/۹/۱۴۰۳ھ، شمارہ نمبر ۶۲۸ مورخہ ۲۴/۹/۱۴۰۳ھ، شمارہ نمبر ۶۲۹ مورخہ ۹/۱۰/۱۴۰۳ھ، شمارہ نمبر ۶۳۰ مورخہ ۱۶/۱۰/۱۴۰۳ھ، شمارہ نمبر ۶۳۱ مورخہ ۲۳/۱۰/۱۴۰۳ھ، شمارہ نمبر ۶۴۶ مورخہ ۱۷/۲/۱۴۰۴ھ کو شائع ہوئے تھے، یہ انٹر ویو اور مقالات بہت سی غلطیوں پر مشتمل ہیں، جن میں بعض کی جناب ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان نے اپنے اس مقالہ میں نشاندہی کی ہے، جو مجلہ ''الدعوۃ'' جلد نمبر ۵ اشمارہ نمبر ۹۰۴ مورخہ ۲۹/۱۰/۱۴۰۳ھ میں شائع ہوا نیز اس مقام میں یہ بھی ''مجلہ المجتمع'' شمارہ نمبر ۶۲۴ مورخہ ۱/۲/۱۴۰۴ھ اور شمارہ نمبر ۶۵۰ مورخہ ۲۴/۲/۱۴۰۴ھ میں شائع ہوا تھا، ڈاکٹر فوزان نے بہت ہی عمدہ اوراحسن انداز میں یہ مقالے لکھے ہیں، اللہ تعالی انہیں جزائے خیر سے نوازے اوران کے ساتھ حق کی مدد فرمائے، ڈاکٹر فوزان کی تائید وحمایت، کار خیر میں شرکت، حق کی اشاعت اوران غلطیوں کی نشاندہی کے لئے میں بھی اس موضوع پر قلم اٹھا رہا ہوں، جن کا جناب ڈاکٹر صالح نے اپنے مذکورہ دونوں مقالوں میں ذکر نہیں کیا ہے۔ واللہ الموفق۔

۔۔ ائمہ اربعہ کی تقلید (۱)

شیخ صابونی ائمہ اربعہ کی تقلید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''واجبات میں سے یہ سب سے اہم واجب ہے'' بلاشک وشبہ تقلید کے بارے میں علی الاطلاق یہ موقف اختیار کرنا غلط ہے کیونکہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی یا ان کے علاوہ کسی اورامام کی تقلید واجب نہیں ہے خواہ علم کے اعتبار سے وہ کیسے ہی اونچے مقام پر فائز کیوں نہ ہو کیونکہ حق تو کتاب وسنت کی اتباع میں مضمر ہے، کسی کی تقلید میں نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بوقت ضرورت اس شخص کی تقلید کی گنجائش ہے جو علم وفضل اوراستقامت عقیدہ میں معروف ہو جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اعلام الموقعین ''میں بیان فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ ائمہ کرام رحمہم اللہ اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ ان کے کلام کو لیا جائے، سوائے اس کے جو کتاب وسنت کے موافق ہو، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

((کل یوخذ من قولہ ویرد الا صاحب ہذا القبر))

''اس قبر میں محو استراحت ہستی کے سوا ہر شخص کے قول کو لیا بھی جاسکتا ہے اورر د بھی کیا جاسکتا ہے۔''

آپ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے، اسی طرح دیگر ائمہ کرام سے بھی اس کے ہم معنی اقوال منقول ہیں۔

جس شخص کے لئے کتاب وسنت سے اخذ کرنا ممکن ہو، اس پر فرض ہے کہ وہ کسی کی تقلید نہ کرے اور بوقت اختلاف اس قول کو لے لے جو کتاب وسنت کے زیادہ قریب ہو اور جس کے لئے کتاب وسنت سے براہ راست اخذ کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے حکم شریعت یہ ہے کہ وہ اہل علم سے پوچھ لے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

فَسـَٔلوا أَهلَ الذِّكرِ إِن كُنتُم لا تَعلَمونَ (الانبیاء۷/۲۱)

''اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مجتہد تھے۔ (۲)

''شیخ صابونی لکھتے ہیں کہ ''ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس قدر بلند علمی درجہ کے باوجود مرتبہ اجتہاد تک نہیں پہنچے بلکہ وہ حنبلی مذہب کے پیروکار تھے اور اکثر وبیشتر حنبلی مذہب ہی کی پابندی کرتے تھے۔

یہ قول محل نظر بلکہ صریحا غلط ہے کیونکہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ تو بہت بڑے مجتہد تھے، آپ میں شروط اجتہاد بدرجہ اتم موجود تھیں، مذہب حنبلی کی طرف آپ کا انتساب آپ کو دائرہ اجتہاد سے باہر نہیں نکالتا کیونکہ اس انتساب سے مقصود صرف یہ ہے کہ مذہب کے اصول وقواعد میں آپ امام احمدؒ سے متفق ہیں، اس سے یہ مقصود نہیں کہ آپ بلا دلیل ہر بات میں امام احمد کے مقلد ہیں۔ شیخ الاسلامؒ کا طرز عمل تو یہ تھا کہ جو قول دلیل کے زیادہ قریب ہوتا، آپ اسے اختیار فرما لیتے تھے۔

عقیدہ کی گمراہی بہت ہے، ابوالحسن اشعری نے اپنے مذہب سے رجوع کرلیا تھا (۳)

شیخ صابونی نے ذکر کیا ہے کہ عقیدہ کی وجہ سے اختلافات بہت کم ہیں نیز لکھا ہے کہ جو لوگ اشاعرہ کے مذہب کو گمراہ کہتے ہیں، ہم ان سے یہ کہیں گے کہ فتاوی ابن تیمیہؒ کی طرف رجوع کرو اور ابن تیمیہؒ نے ابوالحسن اشعری کے بارے میں جو لکھا ہے اسے پڑھو تاکہ ہمیں بھی یہ معلوم ہو جائے کہ اشعریوں کے مذہب کو گمراہ کہنے والے خود جاہل ہیں۔ اس کے جواب میں ہم یہ گزارش کریں گے کہ بلاشک وشبہ عقیدہ اختلاف کے سبب بہت سے فرقے گمراہ ہوئے مثلا معتزلہ، جہمیہ، رافضیہ اور قدریہ وغیرہ بلکہ اشاعرہ بھی ان عقائد میں گمراہ ہیں جن میں انہوں نے کتاب وسنت اور اس امت کے بہترین ائمہ ہدایت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم، تابعین اور ائمہ مجتہدین کی مخالفت کی ہے اور اللہ تعالی کے اسماء وصفات کی جو بے جا تاویل کی ہے۔ یاد رہے ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اشاعرہ میں سے نہ تھے، اشعری اگرچہ ان کی طرف منسوب ہیں لیکن انہوں نے ان کے مذہب سے رجوع کر کے اہل سنت کے مذہب کو اختیار کرلیا تھا لہذا ائمہ نے امام ابوالحسن اشعری کی تعریف کی ہے، اشاعرہ کے مذہب کی تعریف نہیں کی۔ جو شخص اشاعرہ کے ان عقائد پر اعتراض کرتا ہے، جن میں انہوں نے اہل سنت کے عقیدہ کی مخالفت کی ہے، اس پر جہالت کا الزام لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ جہالت کی حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالی کے بارے میں علم کے بغیر کوئی بات کہی جائے لیکن جو شخص کتاب وسنت اور شریعت کے معتبر قواعد کی روشنی میں بات کرے، سلف امت کے راستہ پر چلے اور اللہ تعالی کے اسماء وصفات کی غلط تاویل کرنے والوں کا انکار کرے، اسے جہالت کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔

مردوں کی فوقیت (۴)

''مردوں کو شرعی امور کے مکلف ہونے کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے، یہ فوقیت شرف کی وجہ سے نہیں ہے۔''

شیخ صابونی کی یہ بات بھی غلط ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر شرعی امور کے مکلف ہونے اور فضل وشرف کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ (النساء ۴/۳۴)

''مرد عوتوں پر حاکم ہیں، اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالی نے یہ واضح فرمادیا ہے کہ اس نے مردوں کو دو باتوں کی وجہ سے عورتوں پر فوقیت عطا فرمائی ہے (۱) مردوں کی جنس کو عورتوں کی جنس پر فضیلت حاصل ہے۔ (۲) مردوں کو یہ فضیلت مال خرچ کرنے کی وجہ سے حاصل ہے کہ مہر ادا کرتے اور دیگر اخراجات پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

عقیدہ اہل سنت والجماعت سے منحرف لوگوں کے غلطی کے اعتبار سے کئی درجے ہیں۔ (۵)

تفویض، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔ شیخ صابونی مقدمہ کے بعد اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ ''یہ جائز نہیں کہ ہم ان۔۔۔ یعنی ''اشاعرہ'' و ''ماتریدیہ''۔۔۔ کو ان روافض، معتزلہ اور خوارج کی صف میں شامل کریں جو اہل سنت والجماعت سے منحرف ہو گئے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ہم ان کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسماء وصفات باری کی تاویل کرنے میں ان سے غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ زیادہ محتاط بات یہ ہے کہ صفات کے موضوع کو ہم اللہ علام الغیوب کے سپرد کردیں، جس سے کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے۔''

اس بات کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اہل سنت کے مخالف فرقوں کے غلطی کے اعتبار سے کئی درجے ہیں، بلاشک وشبہ اشاعرہ غلطی کے اعتبار سے خوارج، معتزلہ اور جہمیہ کی طرح نہیں ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں یا جن مسائل میں انہوں نے اہل سنت سے الگ روش اختیار کی ہے، اسے بھی بیان نہ کیا جائے بلکہ اشاعرہ وغیرہ کی غلطیوں کی نشاندہی بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح دیگر فرقوں کی غلطیوں کو بیان کیا گیا تاکہ حق کو ظاہر کیا جائے، باطل کو واضح کیا جائے، اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو پہنچا دیا جائے اور اس وعید سے بچا جا سکے جو حسب ذیل ارشاد باری تعالی میں مذکور ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ١٥٩ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (البقرة ۲/۱۵۹،۱۶۰)

''تحقیق جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کردیا ہے، ایسے لوگوں پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں ہاں جو توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کرلیتے اور (احکام الہی کو) صاف صاف بیان کردیتے ہیں تو میں ان کے قصور معاف کردیتے ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا (اور) رحم والا ہوں۔''

پھر ہم یہ بھی کہیں گے کہ زیادہ محتاط یہ بات نہیں کہ صفات کے مسئلہ کو اللہ علام الغیوب کے سپرد کردیا جائے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے صفات کو اپنے بندوں کے سامنے کھول کھول کر بیان فرمادیا ہے، اپنی کتاب کریم میں اور اپنے رسول امین ﷺ کی زبانی ان کی وضاحت فرمادی ہے ہاں البتہ ان کی کیفیت کو بیان نہیں فرمایا، لہذا واجب یہ ہے کہ ان کی کیفیت کے علم کو اللہ تعالی کے سپرد کیا جائے نہ کہ ان کے معانی کے علم کو۔ اور یہ تفویض (اللہ کے سپرد کرنا) مذہب سلف نہیں ہے بلکہ یہ ایک نیا مذہب ہے، جو سلف صالحین کے مذہب کے خلاف ہے، چنانچہ امام احمد اور دیگر ائمہ سلف نے اہل تفویض کی اس بدعت کا انکار کیا ہے، کیونکہ ان (اشاعرہ وغیرہ) کے مذہب کا تو تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں سے اس انداز سے خطاب کیا ہے کہ اس کے معنی کو وہ سمجھتے ہی نہیں اور اس کی مراد کو وہ جانتے ہی نہیں، حالانکہ اللہ تعالی کی ذات گرامی اس سے پاک ہے کہ وہ ایسا انداز اختیار فرمائے۔ اہل سنت اللہ تعالی کے کلام کی مراد کو جانتے ہیں، اس کے اسماء وصفات کے تقاضے کے مطابق اس کی صفت بیان کرتے ہیں اور وہ اسے ہر اس چیز سے پاک سمجھے ہیں جو اس کی ذات گرامی کے شایان شان نہ

ہو۔ اہل سنت نے اللہ تعالی کے کلام اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کی روشنی میں یہ جان لیا ہے کہ اللہ تعالی ان تمام امور میں کمال مطلق کے ساتھ موصوف ہے، جن کے بارے میں اپنی ذات گرامی کے حوالے سے اس نے خود خبر دی یا اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے۔ اب اس سلسلہ میں ائمہ سلف کے چند اہم اقوال ذکر کرتا ہوں تاکہ قارئین کرام کے سامنے یہ واضح ہوجائے کہ ہمارا موقف صحیح ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''الفتوی الحمویہ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ امام ابوبکر بیہقی نے اپنی کتاب ''الاسماء والصفات'' میں صحیح سند کے ساتھ امام اوزاعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم ۔ ۔ ۔ جب بہت سے تابعین موجود تھے ۔ ۔ ۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالی اپنے عرش پر ہے، اسی طرح ہمارا ان صفات پر بھی ایمان ہے، جن کا ذکر سنت میں آیا ہے۔ اوزاعی ۔ ۔ ۔ جو کہ عہد تبع تابعین کے ائمہ اربعہ (مالک، اوزاعی، لیث اور ثوری) میں سے ایک ہیں ۔ ۔ ۔ نے اللہ تعالی کے عرش پر ہونے اور اس کی دیگر تمام صفات پر ایمان لانے کے متعلق کہا ہے کہ یہ قول تو تابعین سے منقول ہے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اس وقت فرمایا جب کہ جہم کا مذہب ظاہر ہوچکا تھا، جو اللہ تعالی کے عرش پر مستوی ہونے کا منکر تھا نیز وہ صفات الہی کا بھی منکر تھا، امام اوزاعی نے یہ اس لئے فرمایا تھا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ سلف کا مذہب جہم کے مذہب کے خلاف ہے۔

ابوبکر خلال نے ''کتاب السنہ'' امام امام اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ مکحول اور زہری احادیث کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا، ان کو اسی طرح مانو جس طرح یہ آئی ہیں۔ ولید بن مسلم سے بھی روایت ہے ،کہ میں نے مالک بن انس

سفیان ثوری، لیث بن سعد اور اوزاعی سے ان روایات کے بارے میں پوچھا جو کہ صفات باری سے متعلق ہیں تو انہوں نے فرمایا ''ان پر اسی طرح ایمان لاو جس طرح یہ آئی ہیں۔ ''ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''ان کو اسی طرح مانو جس طرح بلاکیفیت یہ آئی ہیں۔ ''ان ائمہ نے در حقیقت یہ فرما کر کہ جس طرح یہ آئی ہیں، معطلہ کا رد کیا ہے اور بلاکیفیت کہہ کر مشبّہ کا رد کیا ہے۔

امام زہریؒ اور مکحولؒ اپنے زمانہ کے تابعین میں سب سے بڑے عالم تھے جب کہ باقی چار امام تبع تابعین کے دور میں دنیا کے سب سے بڑے امام تھے، حماد بن زید اور حماد بن سلمہ جیسے ائمہ کا شمار بھی انہی کے طبقہ میں ہے۔ ابوالقاسم ازجی نے اپنی سند کے ساتھ مطرف بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے امام مالک بن انس سے سنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب کہ آپ کے پاس ایک ایسے شخص کا ذکر ہوا جو احادیث صفات کا منکر ہے کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول نقل کر رہے تھے کہ ''رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے بعد کے حکمرانوں (خلفاء راشدین) نے کچھ سنتیں مقرر فرمائی ہیں کہ انہیں اخذ کرنا کتاب اللہ کی تصدیق، اطاعت الہی کی تکمیل اور اللہ کے دین کے لئے باعث قوت ہے، اللہ تعالی کی مخلوق میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان کو بدلے اور نہ کسی ایسی چیز کو دیکھنا جائز ہے جو ان کے مخالف ہو، جو ان کے ساتھ ہدایت طلب کرے ہوی ہدایت یافتہ ہے، جو ان کے ساتھ نصرت طلب کرے وہ منصور ہے اور جو ان کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ کے علاوہ کوئی اور راہ تلاش کرے تو اللہ تعالی اسے اسی طرف پھیر دے گا جس طرف اس نے منہ کیا ہے اور اسے جہنم رسید کرے گا جو بدترین ٹھکانا ہے۔''

خلال نے ایسی سند کے ساتھ جس کے سب روای ائمہ ثقات ہیں، امام سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ ربیعہ بن بی عبدالرحمن سے، ارشاد باری تعالی :

الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ (طہ۵/۲۰)

''رحمن، جو عرش پر مستوی ہے۔''

کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیسے مستوی ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا ''استواء غیر مجہول ہے، کیفیت غیر معقول (عقل میں نہ آنے والی) ہے۔ اللہ تعالی نے پیغام بھیجا، رسول اللہ ﷺ نے اسے واضح طور پر پہنچا دیا اور ہم پر فرض ہے کہ اس کی تصدیق کریں یہ کلام ربیعہ بن ابی عبدالرحمن کے تلمیذ رشید امام مالک بن انس سے بھی کئی سندوں سے مروی ہے۔ مثلا ابوالشیخ اسبہانی اور ابوبکر بیہقی نے یحیی بن یحیی سے روایت کیا ہے کہ ہم امام مالک بن انس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ اے ابو عبداللہ! ''الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ'' کے حوالہ سے سوال ہے کہ استواء کی کیا کیفیت ہے؟ یہ سوال سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سر جھکا لیا حتی کہ آپ پسینے میں شرابور ہوگئے اور پھر فرمایا ''استواء غیر مجہول ہے، کیفیت غیر معقول ہے اس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ ''پھر فرمایا کہ ''میں تمہیں بدعتی سمجھتا ہوں۔ ''اور پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کو یہاں سے نکال دیا جائے۔

امام ربیعہ اور امام مالک کا جو یہ قول ہے کہ استواء غیر مجہول، کیفیت غیر معقول ہے اور اس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے تو یہ باقی ائمہ کے اس قول کے موافق ہے کہ صفات کو اسی طرح مانو جس طرح یہ بلاکیف آئی ہیں تو اس طرح انہوں نے کیفیت کے علم کی نفی کی ہے، صفت کی حقیقت کی نفی نہیں کی، اگر یہ لوگ معنی سمجھے بغیر محض الفاظ پر ایمان لائے ہوتے تو یہ نہ کہتے ''استواء غیر مجہول، کیفیت غیر معقول ہے۔ ''اور نہ یہ کہتے کہ ''ان کو اسی طرح بلاکیف مانو جس طرح یہ آئی ہیں۔ ''ورنہ اس طرح استواء معلوم نہ ہوتا بلکہ حروف معجم کی طرح مجہول ہوتا اور اگر لفظ سے معنی سمجھ میں نہ آتے تو پھر نفس کیفیت کے جاننے کی بھی ضرورت نہ تھی بلکہ ضرورت اسی بات کی تھی کہ صفات کے اثبات کے بعد ان کی کیفیت جاننے کی نفی کی جاتی۔

جو شخص جزئی صفات یا مطلقا صفات کی نفی کرے اسے بلاکیف کہنے کی ضرورت نہیں ہے مثلا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ عرش پر نہیں ہے تو اسے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ عرش پر بلاکیف مستوی ہے، اگر سلف کا مذہب حقیقت میں نفی صفات ہوتا تو وہ بلاکیف کے الفاظ استعمال نہ کرتے، علاوہ ازیں ان کا یہ کہنا کہ ''ان کو اسی طرح بلاکیف مانو جس طرح یہ وارد ہیں'' اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان کی دلالت کو ان کے الفاظ کے اعتبار سے اسی طرح باقی رکھا جائے، یہ آیات ایسے الفاظ پر مشتمل ہیں جو اپنے معانی پر دلالت کرتی ہیں اگر ان الفاظ کی اپنے معانی پر دلالت نہ ہوتی تو پھر واجب یہ تھا کہ یہ نہ کہا جاتا کہ ان کے الفاظ کو تو مانو لیکن عقیدہ یہ رکھو کہ ان کا مفہوم مراد نہیں ہے یا یہ کہ ان الفاظ کو تو مانو اور عقیدہ یہ رکھو کہ اللہ تعالی کو ان صفات کے ساتھ موصوف قرار نہیں دیا جاسکتا، جن پر الفاظ کی حقیقت دلالت کناں ہے اور پھر اس وقت ان کو اس طرح مانا تو جاتا جس طرح یہ آئی ہیں اور یہ کہا جاتا کہ ان کو بلاکیف مانو کیونکہ جو چیز ثابت ہی نہ ہو اس کی کیفیت کی نفی کرنا ایک لغو بات ہے۔

جو حق کی مخالفت کرے، اس کا انکار کرنا واجب ہے، علم چھپانے کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے (٦)

''شیخ صابونی نے اپنے مذکورہ مقالہ میں شیخ حسن البناؒ کے حوالہ سے یہ بات بھی لکھی ہے کہ ''ہم متفق علیہ باتوں پر جمع ہوجائیں گے اور مختلف امور میں ایک دوسرے کو معذور سمجھیں گے۔

اس کے جواب میں ہم یہ عرض کریں گے کہ ہاں جن امور میں ہم متفق ہیں مثلا یہ کہ حق کی نصرت وحمایت کی جائے، اس کی دعوت دی جائے، ان امور میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا واجب ہے باقی رہا مختلف امور میں ایک دوسرے کو معذور سمجھنا تو یہ بات علی الاطلاق درست نہیں ہے بلکہ اس میں قدرے تفصیل ہے۔ وہ مسائل جو اجتہادی ہیں اور جن کی دلیل مخفی ہے تو ان میں یہ واجب ہے کہ ہم ایک دوسرے کا انکار نہ کریں لیکن

وہ مسائل جو نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہوں، ان میں حکمت، موعظت حسنہ اور احسن انداز میں جدال کے اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے انکار کرنا واجب ہے تاکہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق عمل ہو سکے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ ۲/۵)

''نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔''

اور فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (التوبۃ ۹/۷۱)

''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے (مددومعاون اور) دوست ہیں وہ بھلائیوں (نیکی) کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔''

اور فرمایا:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل ۱۶/۱۲۵)

''اے پیغمبر!) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے بحث (مناظرہ) کیجئے۔(''

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (برا سمجھے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔'' اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ ''جو شخص نیکی کے کام کی رہنمائی کرے اسے بھی عمل کرنے والے کے برابر ثواب ہوگا۔'' ان دونوں حدیثوں کو امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں بیان فرمایا ہے اور اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات واحادیث ہیں۔

مسلمانوں کا دینی اختلاف اگرچہ بہت عظیم حکمتوں پر مبنی ہے تاہم واجب ہے کہ حق کا اتباع اور خواہش نفس سے اجتناب کیا جائے (۷)

پھر اپنے دوسرے مقالہ میں شیخ محمد علی صابونی نے مسلمانوں کے سلفی، اشعری، صوفی، ماتریدی۔۔۔ اور دیگر مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے پر بہت تنقید کی ہے، بلاشک وشبہ مسلمانوں کی تفرقہ بازی ہر مسلمان کے لئے تکلیف دہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مسلمان بھائی حق پر اکھٹے ہوں اور نیکی وتقوی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں لیکن مسلمانوں میں یہ جو اختلاف ہے اس میں بھی اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے کئی عظیم حکمتیں اور قابل ستائش مصلحتیں ہیں جن کی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالی کی تعریف ہی کی جائے گی، اس کے سوا ان تمام حکمتوں اور مصلحتوں کو تفصیل کے ساتھ کوئی اور جانتا بھی نہیں ہے، ہمیں اتنا معلوم ہے کہ اس سے یہ تمیز ہو جاتی ہے کہ اللہ کے دوست کون ہیں اور اس کے دشمن کون، طلب حق میں سرگرم عمل کون ہیں اور حق سے منہ پھیر کر اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرنے والے کون ہیں، اس میں نبی کریم ﷺ کی تصدیق بھی ہے اور اس بات کی دلیل بھی ہے کہ وہ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ آپؐ نے تو وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی اس اختلاف کی خبر دے دی تھی اور فرمایا تھا کہ ''میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ان میں سے ایک فرقہ کے سوا باقی سب جہنم رسید ہوں گے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا'''' یارسول اللہ! وہ فرقہ کون سا ہے؟ فرمایا'' وہ جماعت ہے اور ایک دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ وہ فرقہ جس کا عمل اس کے مطابق ہوگا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔'' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ حق پر جمع ہوں اور اپنے متنازعہ امور کو اللہ اور اس کے رسول کے ﷺ کی طرف لوٹا دیں کہ ارشاد باری تعالی ہے:

(فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا) (النساء ۴/۵۹)

''اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔''

اور فرمایا:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ (الشوری ۴۲/۱۰)

''اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔''

یہ دونوں آیات کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ جب بھی ان میں عقیدہ یا کسی دوسرے مسئلہ میں نزاع ہو تو اسے اللہ سبحانہ وتعالی اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دیں، اس سے ان کے سامنے حق واضح ہو جائے گا، ان میں اختلاف اور دشمنوں کے خلاف ان کی صفوں میں اتحاد پیدا ہو جائے گا، ہر گروہ کا اپنے باطل موقف پر ڈٹے رہنا اور حق پر قائم دوسرے گروہ کی بات کو تسلیم نہ کرنا، اس طرز عمل کی شریعت میں ممانعت ہے اور یہی دشمنوں کے مسلمانوں پر غلبہ اور تسلط کا سبب ہے، وہ شخص حد درجہ قابل ملامت ہے جو باطل پر جما رہتا ہے اور حق قبول کرنے سے انکار کرتا ہے لیکن جو شخص حق کو اختیار کرے اس کی دعوت دے، اس کی مخالفت کرنے والے کے باطل موقف کو واضح کر دے تو یہ شخص قابل ملامت نہیں بلکہ اس قابل ہے کہ اس کا شکریہ ادا کیا جائے، ایسے ہی شخص کے لئے دو اجر ہیں ایک اجتہاد کا اجر اور دوسرا حق کو پالینے کا اجر۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد سے لے کر آج تک اہل سنت والجماعت کا مذہب ایک ہی ہے (۸)

شیخ صابونی نے اپنے دوسرے مقالہ میں ذکر کیا ہے کہ اہل سنت کے دو مذہب مشہور ہیں (۱) مذہب سلف اور (۲) مذہب خلف۔۔۔۔۔الخ

یہ بات بالکل غلط ہے اور ہمارے علم کے مطابق صابونی سے پہلے کسی نے آج تک یہ بات نہیں کی کیونکہ اہل سنت کا صرف ایک ہی مذہب ہے اور یہ وہی مذہب ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان

کے تابعین عمل پیرا تھے اور وہ یہ کہ اللہ تعالی کے اسماء وصفات پر اسی طرح ایمان لایا جائے، جس طرح یہ وارد ہیں اور ان پر ایمان لایا جائے کہ یہ حق ہیں اور اللہ تعالی کی ذات گرامی ان اسماء وصفات سے اسی طرح موصوف ہے جس طرح اس کے شایان شان ہے، ان میں تحریف، تعطیل، تکییف، تمثیل، ظاہر معنی کے بجائے تاویل اور تفویض کے اہل سنت قائل نہیں بلکہ اہل سنت کا ایمان ہے کہ ان کے معنی معلوم ہیں اور وہ حق اور اللہ تعالی کی ذات گرامی کے لائق ہیں کہ وہ ان میں سے کسی بھی چیز میں اپنی مخلوق سے مشابہت نہیں رکھتا اور خلف کا مذہب اس کے خلاف ہے جیسا کہ ہر وہ شخص اسے جانتا ہے جس نے دونوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہو، اس کے بعد صابونی نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ اہل سنت صفات کے معانی کے علم کو اللہ تعالی کے سپرد کرتے ہیں اور اسے انہوں نے بار بار کئی مقامات پر ذکر کیا ہے تو ان کی یہ بات غلط ہے اور اہل سنت کی طرف انہوں نے ایک ایسی بات کو منسوب کیا ہے، جس سے وہ بری ہیں جیسا کہ قبل ازیں ہم تمام اہل سنت کی طرف سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے حوالہ سے اس کا جواب دے آئے ہیں کہ اہل سنت اللہ تعالی کی طرف صفات کے معانی کو نہیں بلکہ ان کی کیفیت کے علم کو سپرد کرتے ہیں جیسا کہ پہلے بھی اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اثبات ونفی نص کی بنیاد پر ہوگی (۹)

پھر صابونی نے ذکر کیا ہے۔ اللہ اسے ہدایت بخشے۔۔۔ کہ اللہ سبحانہ وتعالی جسم، آنکھ، کان، زبان اور حلق سے پاک ہے۔۔۔ یہ اہل سنت کا مذہب نہیں بلکہ یہ تو اہل کلام مذموم کا مبنی بر تکلف قول ہے۔ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کی ذات گرامی سے صرف اسی چیز کی نفی کرتے ہیں، جس کی نفی اس نے خود یا اس کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے اور اثبات بھی صرف اسی چیز کا کرتے ہیں جس کا اثبات اس نے خود یا اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے، ان مذکورہ بالا امور کا نصوص میں چونکہ اثبات ہے نہ نفی، لہذا واجب ہے کہ ان کے بارے میں بحث نہ کی جائے اور نفی واثبات کے اعتبار سے ان کے بارے میں تعرض نہ کیا جائے، اس سلسلہ میں یہی قول کافی ہے کہ اہل سنت اللہ تعالی کے صفات واسماء کے اثبات کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ ان میں اپنی مخلوق سے مشابہت نہیں رکھتا کہ اس ذات گرامی کا کوئی شریک نہیں اور اس کا کوئی ہم سر نہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالی کی صرف وہی صفت بیان کی جائے گی جو اس نے خود بیان فرمائی یا اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی، اس سلسلہ میں قرآن وحدیث سے تجاوز نہیں کیا جاسکتا'' بہت سے دیگر ائمہ سنت نے بھی یہی بات بیان فرمائی ہے، ہاں البتہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی 'کتاب الاعتقاد'' میں اس طرح کی جو باتیں آگئی ہیں تو ان کا تعلق متکلمین کے کلام اور تکلف سے ہے، جن کو انہوں نے اچھا سمجھ کر ان کے صحیح ہونے کا عقیدہ اختیار کر لیا حالانکہ حق بات یہ ہے کہ یہ اہل سنت کا کلام نہیں بلکہ اہل بدعت کا کلام ہے۔

اہل سنت والجماعت اثبات ونفی میں اللہ تعالی کے ارشادات کے پابند ہیں (۱۰)

صابونی نے اپنے دوسرے مقالہ میں لکھا ہے کہ ''آج کل کے بعض جاہل مدعیان اللہ تعالی کی عجیب وغریب صورت پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالی کو اس طرح پیش کرتے ہیں گویا وہ اعضاء وحواس سے مرکب ایک جسم ہے جس کا ایک چہرہ، دو ہاتھ، دو آنکھیں، پنڈلی اور انگلیاں، وہ چلتا، نازل ہوتا اور دوڑتا ہے، ان صفات کو بیان کرتے ہوئے وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی اسی طرح بیٹھتا ہے جس طرح کوئی چارپائی پر بیٹھتا ہے اور وہ اسی طرح اترتا ہے جس طرح ہم میں کوئی سیڑھی پر سے اترتا ہے۔۔۔ یہ شخص بزعم خود یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو سلف صالح کا مذہب سمجھا رہا اور ان کے سامنے استواء ونزول کے معنی کی حقیقت کو ثابت کر رہا ہے حالانکہ یہ ایک حسی جلوس ہے اور اس طرح نہیں ہے جس طرح تاویل کرنے والے اس کی تاویل کرتے ہیں، اس سے اللہ تعالی کی پناہ، یہ تو عین ضلالت ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالی کو تشبیہ بھی دی ہے اور اس کا جسم بھی ثابت کیا۔ اس کی مثال تو ایسے ہے ''جیسے جوئی چھوٹے گڑھے میں گرنے سے بچنے کے لئے بھاگ کر کسی بڑے گڑھے میں جا گرے اور پھر کسی بہت ہی دور جگہ جا گرے۔

اللہ تعالی ہمارے بھائی صابونی کو ہدایت بخشے، اس مذکورہ کلام میں اس نے حق اور باطل کو اس طرح جمع کر دیا ہے کہ اسے ہر صاحب سنت جانتا ہے، چنانچہ مومن قارئین کرام کے لئے اس کی کچھ حسب ذیل تفصیل پیش خدمت ہے۔

جہاں تک اللہ رب ذوالجلال کی ذات گرامی کے چہرہ، دونوں ہاتھوں، دونوں آنکھوں، پنڈلی اور انگلیوں کا تعلق ہے، تو یہ کتاب وسنت صحیحہ کے نصوص سے ثابت ہیں، لہذا مانتے ہیں لیکن اس طریقے سے جو اس کی ذات گرامی کے شایان شان ہے۔ نزول اور تیز چلنے کا ذکر بھی صحیح احادیث میں موجود ہے، یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ نے ادا فرمائے اور ان اوصاف کا آپ نے اللہ تعالی کے لئے اثبات فرمایا لیکن اس طریقے کے مطابق جو اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات گرامی کے شایان شان ہے اور ان کی کیفیت کو بھی اللہ سبحانہ وتعالی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، لہذا صابونی کا ان صفات کا انکار کرنا گویا رسول اللہ ﷺ کا انکار کرنا ہے بلکہ اللہ تعالی کا انکار کرنا ہے کیونکہ اس میں سے بعض صفات کا تو اللہ تعالی نے اپنی کتاب عزیز میں ذکر فرمایا ہے اور بعض دیگر کا اپنے نبی ﷺ کو بذریعہ وحی بتایا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنی خواہش نفس سے بات نہیں کرتے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالی کے بارے میں آپؐ جو بھی بتاتے ہیں وہ وحی الہی کی روشنی میں بتاتے تھے، باقی رہا صابونی کا یہ کہنا کہ ''ان صفات کو بیان کرتے ہوئے وہ یہ کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالی اسی طرح بیٹھتا ہے اور وہ اسی طرح اترتا ہے جس طرح ہم میں کوئی سیڑھی پر سے اترتا ہے'' تو اہل سنت اس سے بری ہیں کیونکہ یہ اہل سنت کا نہیں بلکہ ان مشبہین کا کلام ہے، جن کو سلف صالح نے کافر قرار دیا ہے اور ان کی اس بات کا انکار کیا ہے کیونکہ یہ حسب ذیل ارشاد باری تعالی سے متصادم ہے:

لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ (الشوری ۱۱/۴۲)

''اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔''

اسی طرح اس کے ہم معنی اور بھی بہت سی آیات ہیں، لہذا کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اہل حق یعنی اہل سنت اور مشبہ اہل باطل کے کلام کو آپس میں خلط ملط کر دے اور ان میں کوئی تمیز نہ کرے بلکہ واجب یہ ہے کہ دونوں کے کلام میں فرق کرتے ہوئے تمیز کی جائے۔

ابو حنیفہ، ابن ماجشون، مالک اور احمد بن حنبل نے سب سے پہلے اصول دین پر لکھا اور گمراہوں کی تردید کی۔ (۱۱)

''صابونی نے اپنے تیسرے مقالہ میں لکھا ہے کہ ''جس نے سب سے پہلے اصول دین پر لکھا اور اہل زیغ وضلالت کے شبہات کی تردید کی وہ ابو الحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی ہیں۔

یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ ان دونوں سے پہلے اس موضوع پر لکھنے والوں میں

امام ابوحنیفہ، امام عبدالعزیزبن عبداللہ بن ابی سلمہ ماجشون، امام مالک رحمہم اللہ تعالی امام احمد بن حنبل، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، امام عثمان بن سعید دارمی۔۔۔جنہوں نے مریسی کی تردید میں لکھا۔۔۔امام عبدالعزیز کنانی صاحب الحیدۃ اور دیگر بے شمار ائمہ کرام ہیں، رحمہم اللہ تعالی۔

سلف کا ایک ہی مذہب ہے اور وہی مذہب اہل سنت والجماعت کا ہے۔ تفویض سلف کا مذہب نہیں ہے (۱۲)

اللہ تعالی ہدایت فرمائے صابونی نے اپنے تیسرے مقالہ میں دوبارہ پھر یہ لکھا ہے کہ ''سلف کے دو مذہب ہیں، ایک مذہب اہل تفویض کا ہے اور دوسرا اہل تاویل کا۔۔۔آگے مزید لکھتے ہیں کہ بعض مذہب سلف کو فضیلت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں سلامتی کا پہلو زیادہ ہے جب کہ بعض دوسرے لوگ مذہب خلف کو افضل قرار دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس میں صحت ودرستی کا پہلو غالب ہے۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ صابونی صاحب کی یہ تقسیم بالکل باطل ہے کیونکہ سفل کا صرف ایک ہی مذہب ہے، یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا ہے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کا مذہب ہے اور یہی مذہب سلامتی والا بھی ہے، زیادہ علم اور زیادہ صحت ودرستی کا حامل بھی اور دوسرا مذہب جو خلف کا مذہب ہے وہ مذموم ہے کیونکہ یہ اہل تاویل وتحریف وتکلف کا مذہب ہے۔ لیکن خلف کے مذہب کی مذمت اور اس سے بچنے کی تلقین کے یہ معنی نہیں کہ خلف کافر ہیں کیونکہ تکفیر کے لئے ایک دوسرا حکم ہے جو اس بات پر مبنی ہے کہ اس شخص کا قول کیا ہے، اس میں باطل کا عنصر کتنا ہے اور اس میں حق کی مخالفت کا پہلو کس قدر ہے؟ لہذا یہ کہنا جائز نہیں کہ مذہب خلف کی مذمت اور اشاعرہ کی چند صفات کے سوا دیگر تمام صفات کی تاویل وتحریف کرنے کی وجہ سے ان کے نظریات کے انکار سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم انہیں کافر قرار دے رہے ہیں بلکہ اس سے ہمارا مقصود صرف یہ بیان کرنا ہے کہ انہوں نے اہل سنت کی مخالفت کی ہے اور صفات باری تعالی کی تاویل کی جو روش اختیار کی ہے، یہ باطل ہے اور صیح مذہب سلف صالح یعنی اہل سنت والجماعت ہی کا ہے کہ صفات سے متعلق آیات واحادیث کو مانا جائے اور یہ اسماء وصفات جن امور پر دلالت کرتی ہیں، ان کو کسی قسم کی تحریف، تعطیل، تاویل، تکییف اور تمثیل وغیرہ کے بغیر اسی طرح مانا جائے جس طرح اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات گرامی کے شایان شان ہے جیسا کہ پہلے بھی اسے کئی بار بیان کیا جا چکا ہے۔ اللہ ہمارا حامی وناصر ہو!

صابونی نے یہاں امام بیہقی کے قول کا حوالہ دیا ہے اور اس کے بارے میں قبل ازیں ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ غلطی کی وجہ سے اہل بدعت کے کچھ الفاظ کو انہوں نے صیح سمجھتے ہوئے اپنی کتاب میں داخل کر دیا اور پھر امام بیہقی کا تعلق بھی علم کلام میں دلچسپی رکھنے والوں میں تھا، اس لئے علم کلام کی بعض خرابیاں ان کے اعتقاد میں شامل ہو گئی تھیں، اللہ تعالی ان سے درگزر کرے اور انہیں معاف فرمائے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی اس فروگزاشت پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی، ج ٦، ص: ۵۳ پر فرمایا ہے۔

اہل سنت والجماعت صفات باری کی تاویل کے قائل نہیں، بعض لوگوں نے ان کے کلام کو جو تاویل کہا ہے تو وہ درحقیقت عربی زبان کے مطابق کلام اللہ کی تفسیر ہے۔ (۱۳)

پھر صابونی نے اپنے تیسرے مقالہ میں یہ بھی کہا ہے، کو شخص یہ گمان نہ کرے کہ ہم مذہب خلف کو مذہب سلف پر ترجیح دے رہے ہیں، ہم علماء کلام کی اس رائے کو بھی صیح نہیں سمجھتے کہ ''مذہب سلف میں سلامتی کا پہلو زیادہ ہے جب کہ مذہب خلف میں صحت ودرستی کا پہلو غالب ہے۔'' بلکہ ہم ایمان ویقین کی بنیاد پر کہ کہتے ہیں کہ مذہب سلف ہی سلامتی اور صحت ودرستی کا حامل ہے لہذا ہم صفات خالق جل علا کی تاویل کی کوشش نہیں کریں گے بلکہ ہم ان پر اسی طرح ایمان لائیں گے جس طرح یہ وارد ہیں تشبیہ وتجسیم کی نفی کرتے ہوئے، جس طرح یہ وارد ہیں، ہم اسی طرح ان کا اقرار کریں گے پھر انہوں نے کسی شاعر کے اس مصرعہ سے بھی استشہاد کیا ہے کہ ع

((ان المفوض سالم مما تکلفہ المووِل))

''سپرد کرنے والا اس تکلف سے بچ جاتا ہے جس کا تاویل کرنے والا ارتکاب کرتا ہے۔''

لیکن آگے چل کر صابونی لکھتے ہیں کہ اگر صفات کی تاویل کرنے والا گمراہ ہے تو پھر ہمیں ان تمام سلف صالح کو گمراہ قرار دے دینے چاہیئے جنہوں نے حسب ذیل

ارشاد باری تعالی:

مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ (المجادلۃ ۷/۵۸)

''(کسی جگہ) تین (آدمیوں) کا کانوں میں صلاح ومشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے۔)''

کی تاویل کی ہے کہ اللہ تعالی اپنی ذات کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے علم کے ساتھ ہوتا ہے اور ارشاد باری تعالی:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ (الحدید ۴/۵۷)

''تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔''

کی تاویل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس معیت سے مراد معیت علم ہے تاکہ تعدد ذات لازم نہ آئے، اسی طرح ہم حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی گمراہ قرار دیں گے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالی:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ (الواقعۃ ۸۵/۵۶)

''اور ہم اس (مرنے والے) سے تمہاری نسبت قریب تر ہوتے ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتے۔''

کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے فرشتے مرنے والے سے تم سے بھی قریب ہوتے ہیں لیکن تم اس کو دیکھ نہیں سکتے، اسی طرح انہوں نے حسب ذیل ارشاد باری تعالی:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ق ١٦/٥٠)

''اور ہم اس کی رگ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔''

کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے فرشتے انسان کی رگ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں کیونکہ حلول واتحاد سے اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات پاک ہے اوراس کی نفی پر اجماع ہے۔۔۔۔۔صابونی آگے لکھتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ تاویل کبھی وجب ہوجاتی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ ''حجر اسود زمین میں اللہ تعالی کا دایاں ہاتھ ہے۔'' یا جیسا کہ اس نے کشتی نوح کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ١٣ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ (القمر ١٣/٥٤-١٤)

''اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی، سوار کرلیا، وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی (یہ سب کچھ) اس شخص کے انتقام کےلئے کیا گیا جس کو کافر مانتے نہ تھے۔''

اس کے جواب میں ہم صابونی سے یہ کہیں گے کہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ سلف صالح کے مذہب اوراعتقاد کو اختیار کرلیا کہ وہی اسلم واحکم ہے لیکن آپ اس پر ثابت قدم نہیں رہے کہ کبھی تو آپ مذہب تاویل کو اختیار کرتے ہیں اور کبھی مذہب تفویض کی طرف مائل ہوجاتے ہیں جب کہ ایک مرد مومن کےلئے واجب یہ ہے کہ وہ حق پر ثابت قدم رہے اوراس کے پایہ استقامت میں لغزش نہ آئے۔آپ نے جو سلف کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ وَهُوَ مَعَكُمْ کی علم سے تاویل کرتے ہیں تو درحقیقت یہ تاویل نہیں بلکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک آیات معیت کے معنی ہی یہ ہیں جیسا کہ امام ابو عمر بن عبدالبر اورابو عمر طلمنکی نے کہا کہ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کیونکہ کتاب وسنت کے ان نصوص کا یہی تقاضا ہے جو اللہ تعالی کے علو، فوقیت اور حلول واتحاد سے پاک ہونے پر دلالت کناں ہیں، جو شخص بھی ان آیات پر غور کرے گا تو اسے یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ معیت سے مراد ہی یہ ہے کہ اللہ تعالی کو اپنے بندوں کے حالات اوران کے امورومعاملات کا علم ہے جب کہ معیت خاصہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی اپنے انبیاء کو اپنی تائیدوحمایت سے نوازتا ہے جب کہ اسے ان کے حالات کا علم بھی ہوتا ہے اورفتح ونصرت سے نوازتا ہے جب کہ وہ ان کے تمام امورومعاملات سے مطلع بھی ہوتا ہے۔عرب جن کی زبانوں میں کتاب وسنت کا نزول ہوا، وہ ان معنوں کو جانتے ہیں اوراس سلسلہ میں انہیں کوئی شک وشبہ نہیں، یہی وجہ ہے کہ ان آیات کے معنی اس قدر واضح تھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان آیات کے معنی پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی، اسی طرح ہمیں دیگر نصوص کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے معنی بے حد روشن اورظاہر ہیں مثلا ارشاد باری تعالی

تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا، وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي اور وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا کے بارے میں کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ کشتی

اللہ سبحانہ وتعالی کی آنکھ کے ساتھ چلتی تھی اور نہ یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کی آنکھوں میں تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کشتی اللہ تعالی کی نگہداشت، عنایت، تسخیر اور حفاظت میں چلتی تھی اور حضرت محمد ﷺ اپنے مولا کی عنایت، حفاظت اور نگہداشت میں تھے، اسی طرح اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کے بارے میں جو یہ فرمایا کہ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي تو اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ تاکہ تم میری نگہداشت وحفاظت میں پرورش پاو، اسی طرح حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ''میں اپنے بندے کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے۔'' تو ان کی تفسیر ایک دوسری روایت کے ان الفاظ سے ہوجاتی ہے کہ ''وہ میرے لئے سنتا، میرے لئے دیکھتا، میرے لئے پکڑتا اور میرے لئے چلتا ہے۔'' جس شخص کو عربی زبان میں ادنی سی بصیرت بھی حاصل ہو وہ یہ گمان نہیں کرسکتا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی انسان کا کان، آنکھ، ہاتھ اورپاوں ہے۔اللہ تعالی کی ذات اس سے پاک، بلند وبالا اورارفع واعلی ہے لہذا اس سے اللہ تعالی کی مراد یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالی اپنے اولیاء کو، اس کی اطاعت اوراس کے حق کےلئے قیام کے باعث یہ توفیق عطا فرما دیتا ہے کہ ان کے افعال وحرکات صیح ہوتے ہیں، اسی طرح دیگر احادیث کے بھی یہی معنی ہیں۔باقی رہی یہ حدیث کہ ''حجر اسود اللہ تعالی کا داہاں ہاتھ ہے۔'' تو یہ حدیث ضعیف ہے اور صیح بات یہ ہے کہ یہ مرفوع نہیں بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہے لیکن مرفوع ہو یا موقوف اس کے معنی ظاہر ہیں جیسا کہ خود اس حدیث ہی میں یہ وضاحت ہے کہ جس نے حجر اسود کو بوسہ دیا اس نے گویا اللہ تعالی سے مصافحہ کیا اوراس کے دائیں ہاتھ کو بوسہ دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ حجر اسود اللہ تعالی کا دایاں ہاتھ نہیں ہے بلکہ اسے ہاتھ لگانے اوربوسہ دینے کی ترغیب کے پیش نظر تشبیہ یوں دی گئی ہے کہ اسے ہاتھ لگانے اوربوسہ دینے والا اس شخص کی مانند ہے جو اللہ کے ہاتھ سے مصافحہ کرکے گویا اسے بوسہ دے رہا ہو۔

اسی طرح صیح حدیث میں اللہ تعالی کا جو یہ ارشاد ہے کہ وہ اپنے بندے سے یہ فرمائے گا کہ ''میں بیمار ہوا مگر تونے میری عیادت نہ کی۔'' تو اس حدیث ہی میں اس کے معنی کی اس طرح وضاحت موجود ہے کہ ''کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تو میرے فلاں بیمار بندے کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس موجود پاتا اوراگر تو اس بھوکے کو کھانا کھلاتا تو مجھے بھی اس کے پاس پاتا۔'' تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالی بیمار ہوتا ہے نہ بھوکا، لہذا اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مریض کی بیمار پرسی اور بھوکے کو کھانا کھلانے کی ترغیب دے رہا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ق ١٦/٥٠)

''اور ہم اس کی رگ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔''

نیز فرمایا:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ (الواقعۃ ٨٥/٥٦)

''اور ہم اس (مرنے والے) سے تمہاری نسبت قریب تر ہوتے ہیں۔''

کی ایک جماعت نے یہی تفسیر کی ہے کہ اس سے فرشتوں کا قرب مراد ہے کیونکہ بوقت موت فرشتوں کا بندے کے قریب آنا اللہ سبحانہ وتعالی کے حکم، اس کی تقدیر اوراپنے بندوں کی نگہداشت کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ کچھ دیگر لوگوں نے اس کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ اس سے سبحانہ وتعالی کا قرب مراد ہے جو اس کے علم، اس کی قدرت اوراس کے اپنے بندوں کے احاطہ کی صورت میں ہے یعنی یہاں قرب کے معنی وہی ہیں جو معیت کے ہیں کہ وہ اپنے

عابدوسائل بندوں کے قریب ہے حالانکہ وہ ذات گرامی علو وفوقیت کی صفات سے متصف ہے ۔ اس قرب سے مراد حلول اور اتحاد نہیں ہے کہ اللہ تعالی کی ذات گرامی اس سے پاک ہے کیونکہ کتاب وسنت کے قطعی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالی سبحانہ وتعالی عرش پر ہے ، اپنی مخلوق سے جدا ہے ، مخلوق سے بلند ہے لیکن اس کا علم ہر جگہ ہے ، جو شخص نصوص کتاب وسنت پر غور کرے اور بعض کی بعض سے تفسیر کرے تو اس کے سامنے معنی واضح ہوجائیں گے اور اسے کسی تاویل کی ضرورت نہ ہوگی

ابوجعفر بن جریر طبری نے سورہ ق کی آیات کی تفسیر میں دوسرا قول اور سورہ واقعہ کی آیت میں پہلا قول پسند کیا ہے ، اہل سنت نے نصوص صفات کی تاویل کرنے والے کا انکار کیا اور اسے بدعتی قرار دیا ہے کیونکہ ان کی تاویل کرنے سے کئی قسم کی باطل باتیں لازم آتی ہیں ۔ کلمات الہی کی تحریف لازم آتی ہے ، اللہ سبحانہ وتعالی کی صفات کمال کی نفی لازم آتی ہے اور اس کے بارے میں یہ سوء ظن پیدا ہوتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ایسے کلام سے مخاطب کیا ہے جو بظاہر تشبیہ وتمثیل پر مبنی ہے لیکن حقیقت میں اس سے مراد کچھ اور ہے ، یہی وہ تاویل مذموم ہے جسے اہل کلام نے اختیار کیا مگر اہل سنت نے ان کا انکار کرتے ہوئے اس مسئلہ میں انہیں گمراہ قرار دیا کیونکہ انہوں نے ظاہری معنی کے خلاف نصوص کی تاویل کی اور اس حق سے جس پر یہ دلالت کناں تھیں ، انہیں پھیر دیا اور پھر اس سلسلہ میں ان کے پاس کتاب وسنت سے کوئی دلیل وبرہان بھی نہیں ، یہ انہوں نے محض اپنی عقلوں اور ان آراء کی بنیاد پر کیا جن کے بارے میں

اللہ تعالی نے کوئی دلیل وبرہان نازل نہیں فرمائی اور پھر اہلسنت نے ان کے افکار وآراء سے ان کے سامنے یہ بھی ثابت کیا کہ جس چیز سے یہ تاویل کرتے ہوئے راہ فرار اختیار کر رہے تھے ، اسی چیز کو انہوں نے اختیار بھی کیا ۔ بات یہ ہے کہ بلاشک وشبہ تناقض وتضاد سے صرف وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو نفی واثبات کے سلسلہ میں صرف اور صرف اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات پر اکتفا کرے اور وہ اہلسنت والجماعت ہیں ۔ واللہ المستعان ۔

مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کے وجوب سے یہ لازم نہیں آتا کہ فعل وعقیدہ کا بھی انکار نہ کریں (۱۴)

اپنے چوتھے مقالہ میں شیخ صابونی نے یہ دعوت دی ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اتفاق واتحاد ہونا چاہیئے ، دشمنان اسلام کے خلاف سب کی متفقہ کوششیں ہونی چاہئیں اور پھر یہ ذکر کیا ہے کہ یہ وقت مختلف مذاہب کے پیروکاروں ، اشعریوں ، اخوانیوں حتی کہ صوفیوں کی مخالفت کا وقت نہیں ہے ۔

اس کے جواب میں گزارش ہے کہ لاریب !سلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں ، حق پر سب اکٹھے ہوجائیں اور دشمنان اسلام کے خلاف نیکی وتقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں : ۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اس کا حکم دیا ہے کہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران ۳/۱۰۳)

''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو اور باہمی اختلاف سے بچو ۔''

اور تفرقہ سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا :

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ

(آل عمران ۳/۱۰۵)

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہوگئے اور واضح احکام آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے ۔''

لیکن مسلمانوں کے اتحاد ، حق پر اتفاق اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کے وجوب سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صوفیہ اور دیگر لوگوں کے منکر فعل اور عقیدہ کا بھی انکار نہ کریں بلکہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کے حکم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیں ، برائی سے منع کریں اور اس شخص کے سامنے حق کو واضح کریں ، جو حق کو ظن یا اس کے خلاف کو صیح گمان کرے اور اسے شرعی دلائل کی روشنی میں واضح کریں تاکہ سب لوگ حق پر متفق ہوجائیں اور خلاف حق کو چھوڑ دیں اور یہی تقاضا ہے حسب ذیل

ارشاد باری تعالی کا :

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ ۵/۲)

''اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو ۔''

نیز ارشاد باری تعالی ہے :

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران ۳/۱۰۴)

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کام سے منع کرے ، یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں ۔''

اہل حق اگر غلطی کرنے والوں کی غلطیوں خطاکاروں کی خطاوں کو بیان کرنے سے سکوت اختیار کرلیں تو اللہ تعالی نے انہیں جو نیکی کی طرف بلانے ، اچھے کام کرنے کا حکم دینے اور برے کاموں سے منع کرنے کا حکم دیا ہے ، اس کی اطاعت نہ کرسکیں گے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اگر انسان انکار سے منکر سے سکوت اختیار کرلے ، غلطی کرنے والے کو نہ سمجھائے اور حق کی مخالفت کرنے والے کو نہ بتائے تو اس کے کس قدر خوفناک نتائج مرتب ہوتے

ہیں نیز یہ خاموشی اللہ تعالی کے اس حکم کے بھی خلاف ہوگی جو اس نے ہمدردی وخیر خواہی کرنے ،امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے دیا ہے ۔

اللہ تعالی ہمیں توفیق سے نوازے!

صفات میں تفویض وتاویل مذہب سلف نہیں (۱۵)

صابونی نے اپنے پانچویں مقالہ میں لکھا ہے کہ ''سلف صالح جن کے بارے میں صفات باری کے موضوع کے حوالہ سے ہم نے اپنے سابقہ مقالات میں گفتگو کی ہے ،ان کا مذہب تفویض مطلق نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے بلکہ ان کا ایک دوسرا مذہب ہے جو نظر ثاقب اور نصوص کتاب وسنت کے فہم سلیم و مستقیم پر دلالت کرتا ہے ۔اس مسلک و منہج کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

اولا : جن آیات اور احادیث صفات کی تاویل کے بغیر چارہ کار نہ ہو ان کی تاویل کرلی جائے بشرطیکہ لغوی ،شرعی یا اعتقادی اسباب کی وجہ سے اس تاویل میں کوئی کاوٹ نہ ہو

ثانیا : قرآن کریم اور سنت مطہرہ نے اللہ جل وعلاء کی جن صفات مثلا سمع ،بصر ،کلام ،محبت ،رضا ،استواء ،نزول ،اتیان ومجیئ (آنا) وغیرہ کو ثابت کیا ہے ان پر تشبیہ یا تعطیل یا تجسیم یا تمثیل کے بغیر بطریق تسلیم وتفویض ،اللہ تعالی کی مراد کے مطابق ایمان لایا جائے ۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعوی کہ یہ سلف کا مذہب ہے یہ ایک ایسا دعوی ہے جو بے بنیاد اور غلط ہے کیونکہ اللہ تعالی کے اسماء وصفات کے بارے میں سلف صالح کا مذہب تفویض نہیں ہے ،نہ تفویض عام اور نہ تفویض خاص بلکہ وہ صرف کیفیت کے علم کو اللہ تعالی کے سپرد کرتے ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا اور جیسا کہ امام مالک اور احمد اور کئی دیگر ائمہ نے بیان فرمایا اور جیسا کہ ان سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمن شیخ امام مالک نے بیان فرمایا ۔ رضی اللہ عنہم اجمعین !اس طرح صفات کی تاویل کرنا بھی سلف کا مذہب نہیں ہے بلکہ وہ تو ان کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح یہ وارد ہیں اور ان کے معانی کے ساتھ اسی طرح ایمان لاتے ہیں کہ جس طرح تحریف ، تعطیل ،تکییف اور تمثیل کے بغیر اللہ تعالی کی ذات گرامی کے

شایان شان ہو جیسا کہ اسے پہلے کئی مرتبہ بیان کیا جاچکا ہے ۔اس طرح تجسیم کی نفی یا اثبات بھی سلف کا مذہب نہیں ہے کیونکہ اس کا کتاب و سنت میں ذکر ہے نہ سلف امت کے کلام میں جیسا کہ کئی ایک ائمہ نے اسے بیان فرمایا ہے ،چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''التدمریہ'' میں چھٹے قاعدہ کے تحت رقم طراز ہیں کہ ''جو شخص اللہ تعالی کی نقائص کے ساتھ وصف بیان کرتا ہے تو اس کی تردید کے لئے یہ طریقہ ایک فاسد طریقہ ہے ،سلف یا ائمہ میں سے کسی نے اس طریقہ کو اختیار نہیں کیا اور نہ ان میں سے کسی نے اللہ تعالی کے لئے جسم یا جوہر یا تحیز (کسی ایک ہی جگہ میں منحصر ہونا) کا لفظ نفیا یا اثباتا استعمال کیا ہے کیونکہ یہ مجمل الفاظ ہیں ،ان سے حق ثابت ہوتا ہے نہ باطل کی نفی ہوتی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ یہود اور دیگر کفار کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالی نے اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے ،کلام کا یہ ایک بدعی انداز ہے سلف اور ائمہ نے اس اسلوب کلام کو اختیار کرنے سے انکار فرمایا ہے ۔''

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب ''فضل علم السلف علی علم الخلف '' میں لکھا ہے کہ ''صحیح موقف وہ ہے جس پر ائمہ تھے کہ آیات واحادیث صفات کو اسی طرح مانا جائے جس طرح یہ وارد ہیں کہ ان کی تفسیر کی جائے نہ کیفیت بیان کی جائے اور نہ تمثیل ،چنانچہ اس مسئلہ میں ائمہ سے خصوصا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی اختلاف منقول نہیں ہے ۔ان آیات واحادیث صفات کے معانی میں غور وخوض کرنا اور ان کے لئے کسی مثال کو بیان کرنا بھی صحیح نہیں ہے ، ''اگرچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کے قریب بعض لوگوں نے مقاتل کے طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے ان میں غور وخوض کیا بھی ہے تو وہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی پیروی کی جائے کیونکہ اس سلسلہ میں مقتداء ائمہ اسلام مثلا ابن مبارک ،مالک ،ثوری ،اوزاعی ،شافعی ،احمد ،اسحاق اور ابو عبید رحمۃ اللہ علیہم جیسے ائمہ کرام ہیں ۔ان ائمہ کے ہاں فلاسفہ تو کجا متکلمین کا سا انداز کلام بھی نہیں ہے اور ہر اس شخص کے کلام کا یہ اسلوب نہیں ہے جو قدح وجرح سے محفوظ رہا ہے ۔امام ابوزرعہ رازی کا قول ہے کہ ''ہر وہ شخص جس کے پاس علم ہو ،وہ اپنے علم کی حفاظت نہ کرسکے اور اس کی نشر واشاعت کے لئے وہ علم کلام کا محتاج ہو تو تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے ۔''

کتاب وسنت سے اللہ تعالی کے جس قدر بھی اسماء وصفات ثابت ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی تاویل کرنا واجب ہو بلکہ نصوص سے تو وہ اسماء صفات ثابت ہیں جو اس معنی مراد پر دلالت کناں ہیں جس کا اثبات اللہ تعالی کی ذات گرامی کے لئے اسی طرح واجب ہے جس طرح اس کے لائق ہے اور اس بات کی قطعا کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کی کوئی ایسی تاویل کی جائے جو ظاہر کلام کے خلاف ہو ،البتہ ان صفات کی کیفیت کے علم کو اللہ تعالی کے سپرد کردیا جائے گا جیسا کہ ائمہ سنت کے ارشادات کے حوالہ سے قبل ازیں بھی اسے بیان کیا جاچکا ہے ۔

سلفی اہل علم ائمہ اسلام میں سے کسی ایک کو بھی کافر قرار نہیں دیتے ہاں البتہ خلاف حق تاویل کرنے والوں کی غلطی کو ضرور واضح کردیتے ہیں (۱٦)

صابونی کو اللہ تعالی ہدایت وتوفیق بخشے ،انہوں نے اپنے پانچویں مقالہ میں لکھا ہے ''میں اپنے سلفی بھائیوں کے لئے اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنی گردنوں پر امت کو گمراہ قرار دینے اور ان اہل فقہ وحدیث وتفسیر ائمہ اسلام کی تکفیر کا بوجھ اٹھائیں جو اشاعرہ کے مذہب پر تھے ،اگر ہم مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کردیں اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی شارح بخاری جیسی شخصیتوں کو بھی گمراہ قرار دیں تو ہمیں اس سے کیا حاصل ۔۔۔۔ شیخ صابونی نے یہاں کچھ اور حضرات کے نام بھی لئے اور لکھا ہے کہ یہ جلیل القدر ائمہ امام اشعری کے مذہب پر تھے ۔۔۔۔۔ الخ۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ سلفی اہل علم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ان ائمہ کرام کو جن کا آپ نے ذکر کیا ہے ،کافر قرار دیتا ہو ہاں البتہ سلفی اہل علم ،بہت سی صفات کے بارے میں تاویل کی جو غلطی یہ کرتے ہیں ،اسے ضرور واضح کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ تاویل کرنا سلف امت کے مذہب کے خلاف ہے اور یہ ان ائمہ کی تکفیر ہے نہ امت کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا ہے ،بلکہ یہ تو اللہ کے دین اور اس کے بندوں کی ہمدردی وخیر خواہی ہے ،حق کا بیان ہے ،دلائل عقلیہ ونقلیہ کے ساتھ مخالفین حق کی تردید ہے ،اس فریضہ کی ادائیگی ہے جسے اللہ تعالی نے حق کے بیان کرنے اور اسے نہ چھپانے کے بارے میں علماء پر فرض قرار دیا ہے اور یہ تو دعوت الی اللہ اور اس کی راہ کی طرف رہنمائی ہے اگر اہل حق ،حق کو بیان کرنے میں خاموشی اختیار کرلیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خطاکار اپنی خطاؤں ہی کو اختیار کئے رکھیں گے ،دوسرے لوگ ان کی تقلید کریں گے اور اس بوجھ کو اٹھانے کے ذمہ دار قرار پائیں گے ،جس کا اللہ تعالی نے اپنے حسب ذیل ارشاد میں ذکر فرمایا ہے :

اِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ١٥٩ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (البقرۃ ۲/۱۵۹/۱٦۰)

جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کردیا ہے، ایسے لوگوں پر اللہ تعالی اور تمام ''لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں ہاں! جو توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کرلیتے ہیں اور (احکام الہی کو) صاف صاف بیان کردیتے ہیں ان کے قصور معاف کردیتے ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا (اور) رحم والا ہوں۔''

اللہ تعالی نے علماء اہل کتاب سے یہ عہد وپیمان لیا تھا کہ وہ دین کو لوگوں کے سامنے ضرور کھول کھول کر بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں مگر اس عہد وپیمان کو توڑدینے کی وجہ سے اللہ تعالی نے ان کی مذمت کی اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے سے منع فرمایا ہے۔

اگر اہل سنت بھی ان لوگوں کی غلطیوں کی نشاندہی نہ کریں جو کتاب وسنت کی مخالفت کرتے ہیں تو پھر تو یہ بھی مغضوب اور گمراہ اہل کتاب کی طرح ہوجائیں گے پھر ہم برادر صابونی کی خدمت میں یہ بھی گزارش کریں گے کہ علماء اشاعرہ ابوالحسن اشعری کے متبع نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے صفات کی تاویل سے رجوع کرکے اہل سنت والجماعت کے اس مذہب کو اختیار کرلیا تھا کہ اسماء وصفات کو تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے بغیر اسی طرح ثابت مانا جائے جس طرح یہ وارد ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنی دونوں کتابوں ''الابانۃ'' اور ''المقالات'' میں اسے واضح فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اشعری کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والا جو شخص صفات کی تاویل کرے، وہ ان کے جدید مذہب پر نہیں بلکہ قدیم مذہب پر ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ ایک عالم کا مذہب وہ ہوتا ہے، جس کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کا انتقال ہوا ہو، جو اس نے پہلے کہا ہو اور جس سے اس نے رجوع کرلیا ہو، وہ اس کا مذہب (نہیں ہوتا، اس سے خبردار رہیئے اور ہر اس بات سے اجتناب کیجئے جس سے امور ومعاملات میں اختلاط رونما ہو یا وہ اپنی مناسب جگہ پر نہ رہیں۔ (اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔

صابونی جسے سلف کی تاویل سمجھتے ہیں اس کی حقیقت۔ (۱۷)

صابونی نے اپنے اس چھٹے مقالہ میں یہ کہا ہے کہ جس کا آغاز انہوں نے

ہذا بیان للناس ''یہ لوگوں کے لئے بیان ہے۔'' کے الفاظ سے کیا ہے کہ بعض آیات واحادیث صفات کی تاویل کرنے سے ایک مسلمان، جماعت اہل سنت کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ ان میں سے کسی کی تاویل کرنا غلط ہے اور کسی کی تاویل کرنا صحیح ہے۔ کئی ایسی آیات ہیں جن کی صحابہ وتابعین اور علماء سلف نے تاویل کی لیکن کوئی شخص یہ جرات نہیں کرسکتا کہ انہیں گمراہ یا اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دے، پھر صابونی نے اس سلسلہ میں کئی مثالیں دیں، جن میں سے ایک مثال حسب ذیل ارشاد باری تعالی بھی ہے کہ:

نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ (التوبۃ۹/٦۷)

''انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔''

اسی طرح اس کی مثال کے طور پر صابونی نے ان آیات کا حوالہ دیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالی استہزاء کرنے والوں کے ساتھ ہنسی کرتا ہے، مومنوں کا مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے اور مکر کرنے والوں کے ساتھ مکر کرتا ہے، اسی طرح انہوں نے بطور مثال یہ حدیث بھی پیش کی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالی فرمائے گا ''میں بیمار ہوا لیکن تونے میری عیادت نہ کی، میں بھوکا تھا لیکن تونے مجھے کھانا نہ کھلایا۔'' صابونی لکھتے ہیں کہ اس سے ''معلوم ہوا کہ معاملہ اس طرح نہیں جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ مذہب سلف میں تاویل کی مطلقا گنجائش نہیں ہے بلکہ مذہب سلف بھی یہ ہے کہ جہاں تاویل کے بغیر اور کوئی چارہ کار رہی نہ ہو، وہاں تاویل کرلی جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام کچھ تفصیل کا متقاضی ہے کیونکہ اس میں کچھ باتیں حق ہیں اور کچھ باطل، چنانچہ صابونی کا یہ کہنا کہ بعض صفات کی تاویل سے ایک مسلمان، جماعت اہل سنت سے خارج نہیں ہوجاتا، فی الجملہ صحیح ہے کیونکہ اشاعرہ کی طرح بعض صفات کی تاویل کرنے والا مسلمانوں کی جماعت سے خارج نہیں اور نہ غیر صفات میں وہ، جماعت اہلسنت سے خارج ہے لیکن اثبات صفات اور انکار وتاویل کے وقت ایسا شخص اہل سنت میں داخل نہیں ہوگا مثلا اشاعرہ اور ان جیسے دیگر لوگوں نے اثبات صفات کے مسئلہ میں اہل سنت کی مخالفت کی ہے اور ان کے راستے کو انہوں نے اختیار نہیں کیا لہذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ تاویل صفات کے باب میں ان کے موقف کو صحیح ماننے سے انکار کردیا جائے اور ان کی غلطی کو واضح کرتے ہوئے یہ بتایا جائے کہ یہ موقف اہل سنت کے موقف کے خلاف ہے جیسا کہ اس مقالہ کے شروع میں بھی اس کا بیان گزرچکا ہے لہذا اس بات میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ اشاعرہ باب اسماء وصفات میں اہل سنت میں سے نہیں ہیں اگرچہ دیگر ابواب میں یہ اہل سنت میں سے ہیں تاکہ ان کے مذہب کا مطالعہ کرنے والے کو یہ معلوم ہوجائے کہ بعض صفات کی تاویل میں انہوں نے غلطی کی ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے حضرات صحابہ وتابعین کی مخالفت کی ہے، ایسا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ حق کا اثبات اور باطل کی نفی ہو اور اہل سنت واشاعرہ میں سے ہر ایک کو وہ مقام ومرتبہ دیا جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔

یہ مطلقا جائز نہیں ہے کہ تاویل کو اہل سنت کی طرف منسوب کیا جائے کیونکہ تاویل تو ان کے مذہب کے خلاف ہے لہذا تاویل کو اشاعرہ اور دیگر تمام اہل سنت کی طرف منسوب کیا جائے گا جنہوں نے نصوص کی ناجائز طور پر تاویل کی ہے۔

اہل سنت کی تاویل کے سلسلہ میں برادر صابونی نے جو مثالیں پیش کی ہیں، یہ ان کی دلیل نہیں بن سکتیں کیونکہ اہل سنت کا یہ کلام باب تاویل میں سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق تو معنی کی وضاحت اور معنی کے بارے میں لوگوں کے شکوک وشبہات کے ازالہ سے ہے، چنانچہ ان کی پیش کردہ مثالوں کا مفصل جواب حسب ذیل ہے

چنانچہ ارشاد باری تعالی:

نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ (التوبۃ۹/٦۷)

''انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔''

میں نسیان سے مراد وہ نسیان نہیں ہے جو حسب ذیل ارشاد باری میں مراد ہے:

وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا (مریم ٦٤/١٩)

''اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں۔''

اور جو حسب ذیل میں مراد ہے:

فِی کِتَابٍ لَّا یَضِلُّ رَبِّی وَلَا یَنسَی (طٰہٰ ۲۰/۵۲)

''جو کتاب میں (لکھا ہوا ہے) میرا پروردگار چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔''

بلکہ یہ نسیان جس کی نفی کی جا رہی ہے، اس کے اور معنی ہیں اور وہ نسیان جس کا ارشاد باری تعالی:

نَسُوا اللَّہَ فَنَسِیَہُمْ (التوبۃ۹/۶۷)

''انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔''

میں اثبات ہے، اس کے اور معنی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے انہیں ان کی ضلالت میں چھوڑ رکھا ہے اور ان سے اعراض فرما رکھا ہے کیونکہ انہوں نے اس کے اوامر کو ترک کر رکھا ہے اور اپنے نفاق اور تکذیب کی وجہ سے اس کے دین سے اعراض کر رکھا ہے اور جس نسیان کی اللہ تعالی نے اپنی ذات گرامی کے حوالہ سے نفی کی ہے، یہ ذہول و غفلت کے معنی میں ہے اور اس سے اللہ تعالی اپنے کمال علم اپنے بندوں کے حالات کے بارے میں کمال بصیرت اور ان کے تمام امور و معاملات کے احاطہ کی وجہ سے پاک ہے، وہ زندہ ہے، ہمیشہ رہنے والا کہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند، وہ بھولتا ہے نہ غافل ہوتا ہے، ان عیوب و نقائص سے اللہ تعالی بلند و بالا اور ارفع و اعلی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ارشاد باری تعالی:

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُہُم مِّن بَعْضٍ یَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَیَقْبِضُونَ أَیْدِیَہُمْ نَسُوا اللَّہَ فَنَسِیَہُمْ (التوبۃ۹/۶۷)

''منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک ہی طرح کے) ہیں، برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں، انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔''

میں نسیان کی تفسیر میں یہ کہنا کہ اللہ تعالی نے انہیں ان کی ضلالت میں چھوڑ دیا، تاویل نہیں بلکہ یہ تو لغوی معنی کے اعتبار سے اس مقام کی تفسیر ہے کیونکہ لفظ نسیان کے اس استعمال کے اعتبار سے معنی مختلف ہیں جیسا کہ علماء تفسیر نے بیان فرمایا ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نَسُوا اللَّہَ یعنی ''وہ اللہ کے ذکر کو بھول گئے۔'' فَنَسِیَہُمْ تو اللہ تعالی نے ان سے اس طرح معاملہ کیا جیسے وہ ان کو بھول گیا ہو، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

وَقِیلَ الْیَوْمَ نَنسَاکُمْ کَمَا نَسِیتُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ ہَٰذَا (الجاثیۃ۴۵/۳۴)

''اور کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کے آنے کو بلا رکھا تھا، اسی طرح آج ہم تمہیں بلا دیں گے۔''

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ استہزاء کرنے والوں کے ساتھ استہزاء کرتا ہے، مذاق کرنے والوں کے ساتھ مذاق کرتا ہے، مکر کرنے والوں کے ساتھ مکر کرتا ہے، فریب کرنے والوں کو فریب دیتا ہے، تو اس کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے عمل کے مطابق معاملہ کرتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کا مذاق کرنے والوں سے مذاق حق ہے نیز مکر کرنے والوں سے فریب حق ہے تو اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ان الفاظ کا جو استعمال ہوا ہے، تو یہ اس طریقہ سے ہے جو اس کی عظمت وجلالت کے لائق ہو اور مخلوق سے جس کی مشابہت نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نے تو ان افعال کو حق کے خلاف عناد، کفر اور انکار کی خاطر کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے افعال کے مطابق معاملہ کیا لیکن اس طرح نہیں کہ ان کے افعال سے اس کی مشابہت ہو بلکہ اس طرح کہ اس کی کیفیت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا اور کوئی جانتا ہی نہیں ہے اور پھر اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ان سے فریب، مکر، مذاق اور استہزاء کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس نے ان کو مہلت دے رکھی ہے اور انہیں وہ فوراً سزا نہیں دے رہا، اسی طرح اس کی صورت یہ بھی ہے کہ وہ قیامت کے دن منافقوں کے لئے کچھ نور کو ظاہر کرے گا لیکن پھر ان سے اس نور کو سلب کر لے گا جیسا کہ اس نے سورہ حدید میں اس کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

یَوْمَ یَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِینَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِکُمْ قِیلَ ارْجِعُوا وَرَاءَکُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَیْنَہُم بِسُورٍ لَّہُ بَابٌ بَاطِنُہُ فِیہِ الرَّحْمَۃُ وَظَاہِرُہُ مِن قِبَلِہِ الْعَذَابُ ۱۳ یُنَادُونَہُمْ أَلَمْ نَکُن مَّعَکُمْ قَالُوا بَلَیٰ وَلَٰکِنَّکُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَکُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْکُمُ الْأَمَانِیُّ حَتَّیٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّہِ وَغَرَّکُم بِاللَّہِ الْغَرُورُ ۱٤ فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنکُمْ فِدْیَۃٌ وَلَا مِنَ الَّذِینَ کَفَرُوا مَأْوَاکُمُ النَّارُ ہِیَ مَوْلَاکُمْ وَبِئْسَ الْمَصِیرُ (الحدید۵۷/۱۳-۱۵)

''اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف نظر (شفقت) کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جائے اور (وہاں) نور تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جو اس کی جانب اندرونی ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو جانب بیرونی ہے اس طرف عذاب، تو منافق لوگ مومنوں سے کہیں گے کہ کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے! وہ کہیں گے کیوں نہیں تھے، لیکن تم نے خود اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور (ہمارے حق میں) حوادث کے منتظر رہے اور (اسلام میں) شک کیا اور (الاطائل) آرزووں نے تم کو دھوکا دیا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور اللہ کے بارے میں دغا باز تم کو دغا دیتا رہا۔ تو آج تم سے معاوضہ نہیں لیا جائے گا اور (وہ) کافروں ہی سے (قبول کیا جائے گا) تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے (کہ) وہی تمہارے لائق ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے''

اہل سنت کے علماء تفسیر نے یہی معنی بیان فرمائے ہیں، چنانچہ امام ابن جریرؒ نے ارشاد باری تعالیٰ:

اللَّہُ یَسْتَہْزِئُ بِہِمْ (البقرۃ۲/۱۵)

''ان (منافقوں) سے اللہ ہنسی کرتا ہے۔''

کی تفسیر کے بارے میں علماء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے نزدیک صحیح قول اور صحیح تفسیر یہ ہے کہ عربی زبان میں استہزاء کے معنی یہ ہیں کہ استہزاء کرنے والا اس کے سامنے جس سے استہزاء کیا جارہا ہو ایسے قول وفعل کو ظاہر کرے جو ظاہری طور پر اسے خوش کردے لیکن باطنی طور پر اپنی طرف اور اپنے فعل سے وہ اسے درحقیقت غم پہنچا رہا ہو اسی طرح خداع (دھوکا) سخریہ (مذاق) اور مکر (فریب) کے معنی بھی یہی ہیں کہ جب ان لوگوں نے یہ طرز عمل تو ان کے ساتھ معاملہ بھی اسی طرح کا کیا گیا یعنی جب منافقوں نے اپنی زبانوں سے بظاہر یہ تاثر دیا کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور جو دین وہ (رسول) لائے ہیں اسے تسلیم کرتے ہیں تو اللہ تعالی نے بھی انہیں بظاہر مسلمانوں میں شمار کیا اگرچہ باطنی طور پر وہ ان سچے مسلمانوں میں شمار نہ تھے جنہوں نے اپنی زبانوں، ضمیروں، دلوں کی اتھاہ گہرائیوں سے اور صحیح ارادوں کے ساتھ اقرار کیا اور ان کے قابل ستائش اعمال نے ان کے ایمان کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کی لیکن منافقین کا معاملہ ان کے برعکس ہے۔ اللہ تعالی کو اگرچہ ان کے کذب کا علم اور ان کے خبیث اعتقاد کی اطلاع تھی اور معلوم تھا کہ اپنی زبانوں سے جس کے یہ دعویدار ہیں، اس کے بارے میں یہ خود شک میں بتلا ہیں اگرچہ بظاہر یہ اس کی تصدیق کرتے تھے، حتی کہ جب آخرت میں انہیں انہی لوگوں میں اٹھایا جائے گا جن میں یہ دنیا میں شمار ہوتے تھے تو یہ گمان کرنے لگیں گے کہ جہاں وہ (یعنی اہل ایمان) جائیں گے وہاں یہ بھی جائیں گے، جہاں وہ داخل ہوں گے، وہاں یہ بھی داخل ہوں گے، اللہ تعالی نے بھی اگرچہ ان کے لئے احکام کو ظاہر فرمایا جنہوں نے انہیں دنیا میں بھی ان کے ساتھ ملائے رکھا اور آخرت میں بھی اس وقت تک انہی کے ساتھ رکھے گا، جب وہ ان میں اور اپنے دوستوں میں فرق کرتے ہوئے ان کو دردناک سزا اور خوفناک جہنم سے دوچار کردے گا اور انہیں جہنم کے اس سب سے نیچے کے طبقے میں پہنچائے گا جسے اس نے اپنے سب سے بڑے دشمنوں اور بدترین انسانوں کے لئے تیار کیا ہے۔ اللہ تعالی کا ان کے ساتھ اس طرح کرنا ان کے افعال کی سزا ہے اور اللہ تعالی کا ان کے ساتھ یہ معاملہ مبنی برعدل وانصاف ہے، اللہ تعالی کی نافرمانی کی وجہ سے وہ اسی بات کے مستحق تھے کہ ان کی منافقانہ روش کی وجہ سے دنیا میں اللہ تعالی نے ان کے لئے بھی وہ احکام رکھے جو اس کے دوستوں کے لئے تھے حالانکہ یہ منافق اس کے دشمن تھے، آخرت میں انہیں مومنوں کے ساتھ ہی اٹھائے گا حالانکہ دنیا میں یہ اللہ تعالی کی تکذیب کرنے والے تھے تا آنکہ وہ لمحہ آجائے گا جس میں اللہ تعالی اپنے سچے مومن بندوں اور منافقوں میں فرق کردے گا کہ وہ منافقوں کے ساتھ استہزاء، مذاق، خداع اور مکر کرے گا۔ جب کہ ان الفاظ کہ وہ معنی ہوں جو ہم نے ابھی بیان کئے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ارشاد باری تعالی :

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ (الحدید ۱۳/۵۷)

''اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف نظر (شفقت) کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔۔۔۔۔۔''

کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ہمارے والد ابو حاتم نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدہ سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن مبارک نے اور انہوں نے کہا ہم سے صفوان بن عمرو نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ مجھ سے سلیم بن عامر نے بیان کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ باب دمشق کی طرف گئے اور ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے، جب نماز جنازہ پڑھی گئی اور لوگوں نے میت کو دفن کرنا شروع کردیا تو ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''لوگو! اب تو تم ایک ایسی جگہ صبحیں اور شامیں بسر کررہے ہو، جس میں تم نیکیوں اور برائیوں کو حاصل کررہے ہو اور ممکن ہے کہ عنقریب تم ایک دوسری جگہ چلے جاو اور وہ یہ ہے۔۔۔ قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔۔۔ اور یہ تنہائی، تاریکی اور کیڑوں کا گھر ہے اور بہت تنگ ہے الا یہ کہ اللہ تعالی اسے کشادہ فرمادے اور پھر یہاں سے تم

روز قیامت کے مقامات کی طرف منتقل کئے جاوگے۔ تم انہی مقامات میں ہوگے کہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک ایسی چیز لوگوں کو ڈھانپ لے گی۔ جس سے کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ پڑجائیں گے، پھر تمہیں ایک اور منزل کی طر ف منتقل کردیا جائے گا جہاں لوگوں کو شدید ظلمت اور تاریکی نے ڈھانپ رکھا ہوگا پھر وہاں نور تقسیم ہوگا مومن کو نور دیا جائے گا لیکن کافر اور منافق کو کچھ بھی نہ دیا جائے گا اور یہی وہ مثال ہے جسے اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ :

أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ (النور ۴۰/۲۴)

یا (ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے دریائے عمیق میں اندھیرے، جس پر لہر چڑھی چلی آتی ہے (اور) اس کے اوپر اور لہر (آرہی ہو اور) اس کے اوپر بادل ہو غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں ایک پر ایک (چھایا'' (ہوا)، جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے اور جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کیلئے (کہیں بھی) روشنی نہیں (مل سکتی

: کافر ومنافق، مومن کے نور سے روشنی حاصل نہ کرسکیں گے جس طرح اندھا بینا کی بصارت سے روشنی حاصل نہیں کرسکتا، منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے

انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا (الحدید ۱۳/۵۷)

''ہماری طرف نظر (شفقت) کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاو اور وہاں نور تلاش کرو''

یہ اللہ تعالی کی طرف سے وہ دھوکا ہوگا جو وہ منافقوں کو دے گا۔

: جیسا کہ اس نے فرمایا ہے

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (النساء ۴/۱۴۲-۱۴۳)

''یہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہیں کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔''

: یہ اس جگہ واپس آئیں گے جہاں نور تقسیم ہوا تھا مگر وہاں اب یہ کچھ بھی تو نہ پائیں گے لہذا یہ مومنوں کے پاس جائیں گے تو ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا کہ

بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ (الحدید ۱۳/۵۷)

''اس کی جانب اندرونی ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو جانب بیرونی ہے اس طرف عذاب''

، سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں کہ نور تقسیم ہونے اور منافق و مومن میں تمیز ہونے تک منافق مبتلائے فریب ہی رہے گا پھر انہوں نے اپنے والد گرامی ، یحیی بن عثمان

ابن حیوۃ ، ارطاۃ بن منذر ، یوسف بن حجاج کی سند کے ساتھ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راویت کیا ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے دن اس قدر شدید ظلمت و تاریکی طاری کردے گا کہ کوئی مومن یا کافر اپنے ہاتھ تک کو بھی نہ دیکھ سکے گا پھر اللہ تعالی مومنوں پر ان کے اعمال کے بقدر نور پھیلا دے گا تو منافقین ، مومنوں کے پیچھے لگ جائیں گے اور کہیں گے :

انظُرُونَا نَقتَبِس مِن نُّورِكُم (الحدید ۱۳/۵۷)

''ہماری طرف نظر (شفقت) کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔''

عوفی ، اور ضحاک وغیرہ ہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ جب ظلمت اور تاریکی میں مبتلا ہوں گے تو اللہ تعالی نور پھیلا دے گا ، مومن جب اس نور کو دیکھیں گے تو اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور یہ نور گویا اللہ تعالی کی طرف سے مومنوں کے لئے جنت کی رہنمائی کرے گا ، منافق جب دیکھیں گے کہ مومن چل پڑے ہیں تو وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑیں گے تو اللہ تعالی منافقوں پر اندھیرا طاری کردے گا تو اس وقت وہ مومنوں سے کہیں گے کہ

انظُرُونَا نَقتَبِس مِن نُّورِكُم ہم دنیا میں تمہارے ساتھ تھے تو مومن کہیں گے کہ جاؤ واپس اس مقام پر تاریکی میں لوٹ جاؤ ، جہاں سے تم آئے ہو اور وہاں نور تلاش کرو۔'' (تفسیر ابن کثیر)

یہ جو ہم نے ابن جریر اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہما کے حوالہ ذکر کیا ہے اس سے قاری کے سامنے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالی کا ، کافروں کے ساتھ مکر و مذاق ، منافقوں کے ساتھ دھوکا و استہزاء اور اپنے دشمنوں کے ساتھ فریب مبنی بر حقیقت ہے اور یہ کسی تاویل کا محتاج نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ و تعالی کی طرف سے یہ حق و عدل پر مبنی ہے اور اس کی طرف سے کافروں اور منافقوں کے عمل کی اس طرح سزا ہے جس طرح اس کی ذات گرامی کے لائق ہے اور یہ اس طرح نہیں ہے جس طرح اس کے دشمنوں سے اس کا ظہور ہوا کیونکہ اللہ تعالی کی صفات اور افعال مخلوق میں سے کسی کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے بلکہ یہ اس طرح ہیں جس طرح اس کی ذات پاک کے شایان شان ہیں ، اور اللہ تعالی کی یہ تمام صفات اور افعال حق اور عدل ہیں اور اللہ تعالی کے سوا ان کی کیفیت کو بھی اور کوئی نہیں جانتا ، بندگان الہی صرف اس قدر جانتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب کریم میں بیان فرما دیا جیسے اس نے اپنے رسول امین ﷺ کی زبانی فرما دیا ہے۔

صابونی نے ابن تیمیہ ؒ کا حوالہ غلط دیا ہے۔ صابونی نے اپنے چھٹے مقالہ اور بعض سابقہ مقالوں میں بھی لکھا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۸) کا قول ہے کہ ''علماء فروع دین کے مددگار ہیں جب کہ اشاعرہ اصول دین کے مددگار ہیں۔''

صابونی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس قول کو منسوب کرتے ہوئے فتاوی جلد ۴ کا حوالہ دیا ہے۔ ج ۴ ، ص ، ۱۶ کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ قول فقیہ ابو محمد کا ہے ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا نہیں ، اس سے معلوم ہوا کہ برادر صابونی سے یہ قول نقل کرتے ہوئے غلطی ہوگئی ہے اور اگر الفرض اس قول کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کے یہ معنی تو نہیں کہ اشاعرہ کی غلط بات کی بھی تردید نہ کی جائے کیونکہ شرعی قاعدہ یہ ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ '' عالم کی جو بات کتاب و سنت کے موافق ہوگی اس پر اس کی تعریف کی جائے گی اور جو کتاب و سنت کے مخالف ہوگی اس کی تردید کی جائے گی '' امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبنی بر حق ہے ، اہل سنت والجماعت کا بھی یہی موقف ہے اشاعرہ اور دیگر لوگوں نے اصول دین اور دیگر موضوعات پر حق کی حمایت میں جو کہا یا لکھا وہ قابل ستائش ہے اور ان سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں ، ان کی تردید کی جائے گی تاکہ حق ثابت ہوجائے اور باطل کی تردید ہوجائے تاکہ کم علم لوگوں کے لئے کوئی بات مشتبہ نہ رہے۔'' واللہ المستعان۔

ضعیف حدیث سے استدلال جائز نہیں۔۔۔ کلمہ گو مسلمان سے زبان روکنے کے یہ معنی نہیں کہ اس کی غلطیوں کو بھی واضح نہ کیا جائے۔ (۱۹)

صابونی نے اپنے چھٹے مقالہ میں ذکر کیا ہے کہ ''صحیح حدیث میں ہے کہ تین چیزیں اصول ایمان میں سے ہیں (۱) اس سے رک جانا جس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا۔ (۲) گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر قرار دینا۔ (۳) تقدیر کے ساتھ ایمان لانا

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لیکن حدیث کی معتبر کتابوں کی طرف جب ہم نے مراجعت کی تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے ، علامہ سیوطی ؒ نے ''جامع'' میں اس کے ضعف کی نشاندہی کی ہے۔ امام ابوداود نے اسے بطریق یزید بن ابی نشبہ ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن یہ راوی یزید مجہول ہے جیسا کہ ''تہذیب'' اور ''تقریب'' میں ہے ، مناوی نے ''فیض القدیر'' میں لکھا ہے کہ یزید بن ابی نشبہ (نون کے ضمہ کے ساتھ) کی روایت امام ابوداود کے سوا مولفین کتب ستہ میں سے اور کسی نے بیان نہیں کی اور یہ راوی مجہول ہے ، جیسا کہ مزی اور دیگر ائمہ نے بیان کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ برادر صابونی نے اس حدیث کو جو صیغہ جزم کے ساتھ صحیح لکھا ہے ، تو یہ درست نہیں ہے ، اس حدیث کو صیغہ تمریض روی (روایت کیا گیا ہے) کے ساتھ بیان کرنا چاہئے جیسا کہ اہل علم نے ضعیف احادیث بیان کرنے کے لئے یہ اسلوب اختیار کیا ہے اور پھر برادر صابونی نے وہ الفاظ بھی صحیح طور پر نہیں لکھے جو اس حدیث میں آئے ہیں۔ لہذا ہم اتمام فائدہ کے لئے ابوداود سے اس کے الفاظ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ امام ابوداود نے اسے سعید بن منصور ، ابو معاویہ ، جعفر بن برقان از یزید بن ابی نشبہ کی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تین چیزیں اصل ایمان ہیں (۱) اس سے رک جانا جس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اسے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اسلام سے خارج قرار دو (۲) جب سے اللہ تعالی نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس وقت سے لے کر اس وقت تک جہاد باقی رہے گا جب میری امت کا آخری شخص دجال سے لڑے گا ، اسے کسی ظالم کا ظلم یا کسی عادل کا عدل ختم نہ کرسکے گا اور (۳) تقدیر پر ایمان لانا '' اس حدیث کے ہم معنی کچھ دیگر صحیح احادیث بھی ہیں لہذا اہل سنت والجماعت کا قول ان کے مطابق ہے ، چنانچہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور پھر اس گواہی کے معنی کی پابندی کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جو اسلام کے منافی ہو تو اس سے رک جانا واجب ہے اور اس کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی اس حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں حتی کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں ، جب وہ یہ کام کریں گے تو مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچالیں گے مگر بجز اسلام کے

حق کے اوران کا حساب اللہ عزوجل کے سپرد ہوگا۔''خوارج کے برعکس اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ شرک کے سوا کسی اور گناہ کی وجہ سے مسلمان کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا اور کسی ایسے عمل کی وجہ سے جو اسے مشرکوں کے ساتھ نہ ملائے، اسلام سے خارج نہیں قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ

ارشاد باری تعالی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاۗءُ (النساء۴/۴۸)

''اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے گا معاف کردے گا۔''

برادر صابونی نے اس حدیث کو اسی لئے ذکر کیا تھا کہ وہ یہ استدلال کریں کہ یہ واجب ہے کہ اشاعرہ کے بارے میں یہ بات نہ کی جائے، ان کی غلطیوں کو واضح نہ کیا جائے، اسی طرح دیگر اسلامی فرقوں نے جو غلطیاں کی ہیں، انہیں بھی واضح نہ کیا جائے لیکن ان کا یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس کے یہ معنی نہیں کہ جو حق کی مخالفت کرے اس سے رک جانا بھی واجب ہے، نہ اس کے یہ معنی ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کردیا جائے اور نہ اس کا یہ مفہوم ہے کہ اشاعرہ اور دیگر لوگوں کی خطاوں اور غلطیوں کو بھی بیان نہ کیا جائے بلکہ کتاب اللہ اور صحیح سنت کے تمام دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ واجب ہے کہ نیکی کا حکم دیا جائے، برائی سے منع کیا جائے اور مخالف حق کی تردید کی جائے اور راہ راست کی طرف اس کی راہنمائی کی جائے تاکہ جو مرنا چاہے وہ بھی دلیل سے مرے اور جو جینا چاہے وہ بھی دلیل کی بنیاد پر جیئے، جیسا کہ قبل ازیں بھی بیان کیا ہے۔ اگر مذکورہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا اظہار کرے وہ کلمہ توحید کا اقرار کرے تو اس سے لڑنے سے رک جانا ہوگا اور پھر اس کا جائزہ لے کر، ادلہ شرعیہ کے مطابق اس سے وہ معاملہ ہوگا جس کا وہ مستحق ہے، جیسا کہ اس پر وہ صحیح احادیث دلالت کناں ہیں جن کی طرف ہم نے ابھی ابھی اشارہ کیا ہے۔

واللہ سبحانہ ولی التوفیق' وہو حسبنا وہو نعم الوکیل' ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

شیخ صابونی کے افکار وخیالات پر ہمارا تبصرہ اختتام پذیر ہوا۔

والحمد للہ رب العالمین' وصلی اللہ وسلم علی عبدہ ورسولہ وامینہ علی وحیہ وصفوتہ فی خلقہ' امام المجاہدین' ورسول رب العالمین' نبینا محمد' وعلی آلہ وآصحابہ' ومن سلک سبیلہ' واہتدي بہداہ الی یوم الدین

فتاوی مکیہ